جس قوم میں سارے قربانی کرنے والے لوگ موجود ہوں اس قوم کو کوئی جھوٹا نہیں کہہ سکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ رفروری ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات تلاوت کیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

پھر فرمایا:

یہ دو آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یقیناً بہت سے احبار اور رہبان یعنی پیر اور فقیر ایسے ہیں۔ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ کہ وہ لوگوں کا مال باطل کے ذریعے کھاتے ہیں۔ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ اور مذہبی راہنما ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ

کی راہوں سے روکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف آنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اسی طرح وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے۔ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ جس دن ان لوگوں پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ اور ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائے گا اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ اس چیز سے جو وہ جمع کرتے رہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ پائی۔ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ وہ وہ کچھ ہے جو تم نے جمع کیا تھا۔ لِاَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے۔ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ پس اب اس جمع شدہ کو چکھ کے دیکھو۔ اس کا مزہ چکھو کہ وہ کیا چیز تھی۔

ان آیات میں وہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جو ان مذہبی قوموں پر صادق آتا ہے جو زمانہ نبوی سے دور جا چکی ہوں اور انحطاط پذیر ہو چکی ہوں۔ یہاں لفظ اَحْبَارِ اور رُهْبَانِ کا ترجمہ میں نے پیر فقیر کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں الفاظ مزید وضاحت کے محتاج ہیں اَحْبَارِ، حَبر سے نکلا ہے یا حِبر سے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ رونق اور خوبصورتی اور وہ لوگ جو صاحب رونق اور صاحب جمال ہوں ان کو اَحْبَارِ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ کو اچھے معنوں میں بھی استعمال فرمایا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ ایسے نیک لوگ جن کی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حسن اور جمال پیدا ہو چکا ہو۔ اور ان کے چہروں پر رونق آ گئی ہو جو خدا تعالیٰ کی محبت کے نور سے عطا ہوتی ہے ایسے لوگ اَحْبَارِ کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان اچھے معنوں میں بھی قرآن کریم نے اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔ برے معنوں میں یہ لفظ ظاہری حسن و جمال سے تعلق رکھتا ہے یعنی ایسے لوگ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے جبہ ودستار پہنتے ہیں۔ اور خوب سج دھج کر باہر نکلتے ہیں۔ کندھوں پر رومال ڈالتے ہیں۔ رنگین کپڑے پہنتے ہیں اور غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ بہت ہی کوئی خدا کے عظیم بندے ہیں۔ جن کی رونق اور جن کا جمال ان کی نیکی کی علامت ہے۔ ایسے لوگ بگڑے ہوئے زمانوں کی پیداوار ہوا کرتے ہیں۔

اور یہاں اس آیت کریمہ میں اسی زمانے کے اَحۡبَارِ کا ذکر ہے جو تقویٰ کے حسن سے تو عاری ہوں لیکن اپنی ظاہری زیبائش کے ذریعے اپنے آپ کو خوبصورت کر کے دکھاتے ہوں تا کہ لوگ دھوکے میں مبتلا ہوں اور ان کو خدا کے بہت ہی عظیم الشان بندے تصور کرنے لگیں۔

اس کے برعکس قرآن کریم نے جو دوسرا لفظ استعمال فرمایا ہے، وہ رُهۡبَانِ ہے یہ بھی مذہبی راہنماؤں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔لیکن معنوں میں بالکل دوسرے کنارے پر کھڑا ہے۔ احبار ایسے اشخاص کو کہا جاتا ہے جو بن ٹھن کر اور بہت ہی تیار ہو کر، اس نیت سے تیار ہو کر لوگ ان کی طرف مائل ہوں، دنیا کے سامنے نکلیں اور رہبان ان کو کہتے ہیں جن کے چہرے پر خوف ہو، جو غمزدہ اور فکروں میں مبتلا دکھائی دیں اور خوفزدہ ہوں۔اس وجہ سے فقیروں کے لئے جو خدا کی راہ کے فقیر بن جاتے ہیں ان کے لئے اچھے معنوں میں رُهۡبَانِ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اور قرآن کریم نے بھی اور بھی کئی جگہ اسی مادے کو استعمال فرمایا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی خاطر، خدا کے خوف سے غربت اختیار کرنے والے لوگ دنیا کو تج دینے والے لوگ وہ جو اپنے آپ کو غربت کا لباس پہنا لیں ایسی غربت جو خوف کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور خدا کے خوف کی خاطر وہ دنیا سے الگ ہو جائیں۔پس یہ بھی بہت ہی اچھا مضمون ہے لیکن اگر اس کے برعکس بظاہر فقیر نظر آنے والے لوگ خدا کے خوف کی وجہ سے فقیر نہ بنے ہوں بلکہ لوگوں میں اپنی عزت کروانے کے لئے فقیر بنے ہوں۔ان کے انکسار میں بھی ایک تکبر پایا جاتا ہو اور ان کی غربت میں ایک دھوکہ ہو یعنی غربت اس لئے، گندے کپڑے اس لئے پراگندہ حال اس لئے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ خدا کی خاطر اتنا پہنچا ہوا انسان ہے کہ اس کا حق ہے کہ ہم اس کو تحفے تحائف دیں اور پھر اس فقیری کے نتیجے میں وہ لوگوں کو دھوکے بھی دیتے ہوں اور باطل کے ذریعے مال کھانے والے لوگ ہوں۔ایسے فقیر بھی آج دنیا میں عام ہیں اور ایسے احبار بھی آج دنیا میں عام ہیں۔ان دونوں گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ان کے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں الَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وہ ایسے ہی مالدار ہوتے ہیں اور ہر طرح جس طرح بھی ان کا بس چلے وہ روپیہ اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔چاندی اور سونے کی مقداریں بڑھاتے ہیں لیکن خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں پاتے۔پس یہ دونوں گروہ ایسے ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے مال و دولت اکٹھی کرنے والے ہیں اور پہلا گروہ زیادہ

بد بخت ہے کیونکہ وہ خدا کے نام پر اور خدا کی محبت کے دکھاوے کے نتیجے میں پیسے اکٹھے کرتا ہے اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں پاتا۔ ایسے لوگ آج کے زمانے میں بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ آپ نے بارہا ایسے لوگوں کو دیکھا بھی ہوگا۔ ان کی تصویریں بھی اخباروں میں چھپتی ہوئی دیکھی ہوں گی جو آج بعض مذہبی قوموں کے احبار بنے ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح ان فقیروں کے واقعات بھی آپ پڑھتے ہوں گے جو فقیر بن کے دنیا کو لوٹنے کے لئے نکلتے ہیں اور سارا دجل ہی دجل ہوتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس ان لوگوں کا حال ہوتا ہے جو زمانہ نبوی کے قریب ہوں۔ خواہ سالوں کے لحاظ سے قریب ہوں یا معنوی لحاظ سے قریب ہوں۔ خواہ اولین میں شمار ہوتے ہوں یا ان آخرین میں جن کے متعلق قرآن کریم نے یہ خوشخبری دی تھی کہ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:۴) ابھی تک ان اولین سے نہیں ملے لیکن مل جائیں گے۔

پس قرب خواہ زمانی ہو، خواہ روحانی اور معنوی۔ اس زمانے میں اس نظارے کے بالکل برعکس نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ جو قرآن کریم نے ان آیات میں کھینچا ہے۔ اس زمانے میں وہ لوگ جو خدا کا صحیح تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان کے چہروں پر جو نور اور رونق آتی ہے وہ اللہ کے تقویٰ کی وجہ سے آتی ہے اور وہ کبھی اس نیت سے بن سج کر نہیں نکلتے کہ لوگوں کو دھوکا دیں اور اپنی عظمت کے اظہار کے لئے اچھے کپڑے پہنیں۔ ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا پہننا، جو کچھ بھی ہے اس کا ریا کاری سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ نہ ان کا اچھا حال ریا کاری کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ ان کا برا حال ریا کاری کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ ان کے امیر ریا کار ہوتے ہیں نہ ان کے غریب ریا کار ہوتے ہیں۔ پس مذہبی دنیا میں بھی وہ صاحب حیثیت ہوں تب بھی وہ ریا کاری کی خاطر کوئی بھیس نہیں اوڑھتے، کوئی لباس نہیں اوڑھتے، کوئی دکھاوے نہیں کرتے اور دھوکا دینے کے خاطر مصنوعی زینتیں نہیں اختیار کرتے۔ اسی طرح غریب بن کر لوگوں کو اس لئے نہیں دکھاتے کہ لوگ سمجھیں کہ یہ کوئی بہت ہی پہنچا ہوا درویش ہے اور دیکھو اس کا حال کیسا ہے کپڑے گندے برا حال، یقیناً کوئی بہت ہی خدا رسیدہ انسان ہوگا۔ جب ایسے لوگ پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں تو قوموں کے مذاق بگڑ جاتے ہیں اور قوموں کو نیکی اور بدی کی پہچان نہیں رہتی۔ ایسی قومیں آپ دیکھیں گے کہ ہمیشہ دو طرف دوڑ رہی ہوتی ہیں یا تو ایسے احبار کی طرف جن کا دکھاوا سب سے زیادہ ہو۔ جن کا پروپیگنڈا سب سے زیادہ ہو۔ وہ

دیکھنے میں بڑے بڑے جبہ ودستار پہنے ہوئے اور بہت ہی پر رعب اور پر ہیبت دکھائی دینے والے لوگ ہیں اور یا پھر فقیروں کی طرف بھاگتے ہیں اور جتنا گندا کوئی انسان نظر آئے، جتنے برے حال میں کوئی دکھائی دے، اتنا ہی اسے خدا رسیدہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خدا رسیدہ ہونے کا گندگی سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ خدا رسیدہ انسان کی تو ایک اور پہچان ہے لیکن اس لحاظ سے ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ غریب بھی ہو تو صاف ستھرا ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے ایسی بگڑی ہوئی قوموں کو دیکھا ہے کہ بعض بڑے بڑے امیر لوگ ایسے لوگوں سے متاثر ہوتے ہیں جو نہایت ہی گندے ہوں غلیظ ہوں۔ جو مہینوں نہاتے نہیں بدحال، منہ سے جھاگیں نکلتیں اور اتنا ہی ان کو بڑا اور ولی اللہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اتنا ہی جھک کر ان کو سلام کر رہے ہوتے ہیں۔

اس کے بالکل برعکس وہ نظارے ہیں جو سچائی کے قرب سے دکھائی دیتے ہیں۔ جب سچائی قریب ہو، اس وقت جو وہ مناظر پیدا کرتی ہے، وہ مناظر اس منظر سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں ان کے احبار بھی اور رہبان بھی وہ صحابہ کرام جو بہت ہی صاحب حیثیت تھے، وہ بھی اور وہ اصحاب الصفہ جو ایسے غریب تھے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اور مسجد کے تھڑوں پر بیٹھ کے اپنے گزارے کیا کرتے تھے۔ ان کا خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں ایک ہی حال تھا۔ ان کے امیر اور غریب میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا تھا ان کے صاحب وجاہت بزرگوں میں اور مسکین طبع بزرگوں میں بھی اس لحاظ سے کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو کچھ خدا ان کو عطا کرتا تھا، اس سے وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

یہاں جو دوسرا منظر کھینچا گیا ہے، غیر دینی صاحب حیثیت لوگوں کا اس میں غرباء کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں ایک حکمت ہے۔ غرباء اگر خدا کی راہ میں کچھ پیش نہ کر سکیں تو ان پر حرف نہیں ہے۔ وہ خدا کے نزدیک ملزم نہیں ہیں۔ اس لئے آخری زمانے کے غرباء بھی اگر خرچ نہ کرتے ہوں تو زیر الزام نہیں آتے۔ اس لئے قرآن کریم نے وہاں غرباء کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور صرف امیروں کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن پہلے زمانے کے امیروں کا جہاں بھی ذکر فرمایا وہاں ان کے غریبوں کا بھی ذکر فرمایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کے ذکر میں آپ کو کبھی صرف امیروں کا ذکر نہیں ملے گا۔ ہمیشہ ساتھ غریبوں کا بھی ذکر ملے گا۔ ان کے امیر بھی خدا کی راہ میں خرچ کر رہے

ہوتے ہیں اور ان کے غریب بھی خدا کی راہ میں خرچ کر رہے ہوتے ہیں اور ایسے مقابلے میں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غریب امیروں پر بازی لے جاتے ہیں کیونکہ نسبت کے لحاظ سے وہ زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اور مومن کو اس روح کی طرف متوجہ کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ (البقرہ:۲۲۰)۔

اے محمد مصطفی ﷺ ! تجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ تیری راہ میں کیا خرچ کریں۔ ان کو جواب دے کہ عفو اس لفظ عفو نے بہت ہی عظیم الشان راہنمائی فرمادی ہے۔ یعنی یہ راہنمائی کہ جو امیر ہیں ان کے پاس اپنی ضرورتوں سے زیادہ جو بچ رہتا ہے اس میں سے خرچ کریں اور غریب جن کے پاس عفو نہیں ہے۔ وہ خدا کے نزدیک زیر الزام نہیں آئیں گے اگر وہ کچھ پیش نہ کر سکیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بھی فرماتا ہے کہ سَرّآء اور ضَرّآء میں تنگی اور ترشی میں، تنگ حالوں میں، ایسے وقتوں میں بھی جب کہ وہ بھوکے ہوں اور بھوک کا خوف ان پر غالب آچکا ہے۔ ایسے وقت میں بھی نبوت کے زمانے کے غرباء خرچ کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے اوپر تنگی ڈال کے بھی، اپنے پیٹ کاٹ کے بھی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے غرباء کو ان امراء پر ایک فضیلت عطا ہو جاتی ہے۔ امراء عفو میں سے خرچ کرتے ہیں اور غرباء عفو نہ ہونے کے باوجود خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ مضمون آج جماعت احمدیہ پر سو فیصدی اطلاق پا رہا ہے اور تمام دنیا کی جماعتوں پر آپ نظر ڈال کر دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ کس طرح جماعت احمدیہ کے غرباء قربانی میں کسی پہلو سے بھی امراء سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ اگر کوئی فضیلت ہے تو اکثر صورتوں میں غرباء کو ہے۔ ہر صورت میں نہیں کہا جا سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بعض امراء بھی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس طرح خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں جیسے وہ اپنے مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں۔ اپنی تجارتوں میں سے اتنا اتنا روپیہ نکالتے ہیں کہ دنیادار کوئی تاجر اس کے تصور سے بھی کانپ اٹھے۔ اس لئے ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آج جماعت احمدیہ کے سب امراء پر سب غرباء سبقت لے گئے یا اکثر غرباء سبقت لے گئے۔ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو بڑے بڑے صاحب توفیق امراء بھی عطا کئے ہیں اور وہ قربانیوں میں کسی طرح غرباء سے پیچھے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک اور نفسیاتی پہلو ہے جس کو ہمیشہ ہمیں مدنظر رکھنا چاہئے۔

غریب کے لئے قربانی نسبتاً ایک پہلو سے مشکل ہے اور ایک پہلو سے نسبتاً آسان ہے۔ کیونکہ روپیہ جب تھوڑا ہو تو صرف نسبت کے لحاظ سے وہ نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کی تھوڑی کمیت اس کی حیثیت کو اس روپے والے کی نظر میں گرا دیتی ہے اور روپیہ جب زیادہ ہو تو تناسب سے نہیں دکھائی دیا کرتا بلکہ اس کا زیادہ ہونا اپنی ذات میں اس روپے والے کے دل میں اس کی بہت زیادہ اہمیت پیدا کر دیتی ہے اس لئے امراء جب بڑی رقم خرچ کرتے ہیں تو ہرگز بعید نہیں کہ ان کو غرباء کی نسبت زیادہ تکلیف ہو رہی ہوتی ہے کیونکہ غرباء کے دل سے اس روپے کی محبت ختم ہو چکی ہوتی ہے جو بہت قلیل ہو۔ ان کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلیل ہے۔ پس جب وہ دیتے ہیں تو ساتھ شرم محسوس کرتے ہیں کہ ہم کیا دے رہے ہیں لیکن امراء کے دل میں روپے کے بڑھنے کے ساتھ اس کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور یہ ایک طبعی قانون ہے جو تمام دنیا کے انسانوں پر برابر اطلاق پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ ابن آدم کی حرص کو دیکھو کہ جتنا اس کا مال بڑھتا ہے اتنی ہی اس کی حرص بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر خدا اس کو نعمتوں کی، اموال و دولت کی ایک وادی دے دے تو وہ کہے گا کہ مجھے ایک اور وادی مل جائے۔ اس کے بغیر ٹھنڈ نہیں پڑے گی اس لئے یہ ایسے باریک مضامین ہیں جن کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ صرف خدا کر سکتا ہے جو دلوں پر نگاہ رکھتا ہے لیکن عمومی نظارے کے طور پر کسی جماعت کی صداقت کے لئے یہ ایک بہت ہی عظیم الشان دلیل ہے کہ ان کے امراء بھی اور ان کے غرباء بھی، ان کے وہ مذہبی راہنما بھی جن کی ظاہری حیثیت بہتر ہو اور اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق دیئے گئے ہوں اور وہ مذہبی راہنما بھی جو بالکل غریب ہوں اور ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو یعنی فقیر منش لوگ وہ دونوں مالی قربانیوں میں آگے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس جس قوم میں یہ سارے قربانی کرنے والے موجود ہوں اس قوم کو جھوٹا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ یہ سچائی کی حیرت انگیز دلیل ہے اور ایسی دلیل ہے جس کو جھوٹا بنا نہیں سکتا۔

ایک چیلنج ہے کھلا ہوا۔ کون ہے؟ صلائے عام ہے سب کے لئے۔ کون ہے جو اس رستے میں آ کر اس مقابلے کے لئے نکلے۔ کسی جھوٹے کو توفیق ہی نہیں مل سکتی یا یوں کہنا چاہئے کہ کسی جھوٹی قوم کو یہ توفیق ہی نہیں مل سکتی کہ یہ منظر پیش کر کے دکھائے ان کے ہاں جو منظر دکھائی دیتا ہے اس کا بیان

اسی آیت میں ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَ الرُّھۡبَانِ لَیَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ خوب وہ جھوٹ اور فریب کے ذریعے لوگوں کے پیسے کھا رہے ہوتے ہیں۔ ان قوموں میں مالی بددیانتی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ان کے لئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھیں جو دھوکے اور فریب سے کھانے والے لوگ ہیں وہ سچائی کی راہوں پر خرچ نہیں کرسکتے۔ وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّھَبَ وَالۡفِضَّۃَ ان کے مقابلے روپے جمع کرنے کے مقابلے ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے مقابلے نہیں ہوا کرتے۔ پس یہ وہ ایسی تفریق ہے جو انسان کے بنائے بن نہیں سکتی۔ بالکل ناممکن ہے کہ بحیثیت قوم جو جھوٹی ہو وہ اس منظر کی بجائے جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے اس کے مقابل کا خوبصورت منظر دکھا سکے اور وہ لوگ جو قرب نبوت کے مناظر پیش کرتے ہیں ان کو کوئی دنیا میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ تمام دنیا میں یکا و تنہا جماعت ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ کوئی اور مثال نہیں ہے کہ اس پہلو سے بحیثیت جماعت ایک عظیم الشان مالی قربانی کا نمونہ پیش کر رہی ہو۔ بعض دفعہ جماعت میں مالی قربانی کے لئے غیر معمولی جوش پیدا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کبھی کبھی کسی جگہ کچھ غفلت بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایمان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ ایک طبعی چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی جب دینی ضروریات غیر معمولی طور پر بڑھتی تھیں تو آنحضرت ﷺ غیر معمولی رنگ میں تحریک اور تحریص فرمایا کرتے تھے اور اس کے نتیجے میں دلوں میں جو ایمان کی دولت موجود تھی وہ ظاہری دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر مجبور کر دیا کرتی تھی۔ یہی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھی۔ یہی کیفیت بعد میں تمام خلفاء کے زمانے پر پائی گئی لیکن خواہ وقتی طور پر کچھ کمزوری بھی دکھائی گئی ہو۔ یہ میرا تجربہ ہے اور جماعت کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب بھی جماعت کو ہلایا گیا ہے اور بیدار کیا گیا ہے تو جس طرح بعض دفعہ پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت کو ہلانے سے کثرت سے پھل گرنے شروع ہو جاتے

ہیں۔اسی طرح جماعت احمدیہ مالی قربانی میں ایسا ہی نمونہ پیش کرتی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خوبصورت نمونے دکھاتی ہے۔بچپن میں جب ہم باغوں میں پھرا کرتے تھے یا جنگلوں میں جاتے تھے۔ بیریوں کے نیچے کھڑے ہو کر اچھے اچھے بیروں کو دیکھتے تھے۔تو کئی دفعہ یہی طریق اختیار کیا کرتے تھے جب پکے ہوئے بیر ہوں تو روڑے مارنے کی بجائے دو تین لڑکے مل کر درخت کو ہلاتے تھے اور اگر وہ تھوڑا سا ہل جائے اس میں ایک قسم کا چھوٹا سا زلزلہ آ جائے تو اس سے بکثرت بیر گرتے تھے، اتنے کہ پھر سنبھالے نہیں جاتے تھے تو وہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایمان کی دولت نصیب ہو۔ان کی ایمان کی دولت ہی دراصل ان کی دنیاوی دولت کو خدا کی راہ میں نچھاور کرنے کی وجہ بنتی ہے۔ جتنا کوئی دل کے لحاظ سے اور روحانیت کے لحاظ سے مالدار ہوا تنا ہی وہ خدا کی راہ میں غیر معمولی قربانیاں دکھاتا ہے۔ بسا اوقات مجھے ایسے غریب مربیان کی طرف سے مالی قربانی کی پیشکش ہوتی ہے کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ان کے متعلق میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان کے پاس سوائے اس معمولی گزارے کے جو جماعت ان کو دیتی ہے اور کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے لیکن رقم خواہ تھوڑی ہو، اس کو وہ بڑی مشکل سے اور بڑی قربانی کر کے جماعت کے لئے بچاتے اور پیش کرتے ہیں اور ان کے خطوں سے معلوم ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ قربانی پیش کرتے وقت ان کو عظیم روحانی سرور مل رہا ہوتا ہے۔ پس یہ وہ رہبان ہیں جو سچائی کے رہبان ہیں۔ جو روشن دلوں کے رہبان ہیں۔ ان کی غربت واقعۃً خدا کی خاطر ہوتی ہے اور اس غربت میں بھی وہ خدا کی خاطر قربانیاں کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس مضمون کو میں نے آج آپ کے سامنے اس لئے چھیڑا کہ کچھ عرصہ پہلے ہمارے وہ ایڈیشنل وکیل المال یعنی جن کو میں نے انگلستان میں رضا کارانہ طور پر وکیل المال مقرر کیا ہوا ہے۔ محمد شریف اشرف صاحب وہ میرے پاس آئے کہ آپ افریقہ کیلئے ،فلاں جگہ کیلئے ،فلاں جگہ کیلئے جو مطالبہ آئے منظور کرتے چلے جا رہے ہیں، اتنا خرچ کر رہے ہیں آپ کو پتہ نہیں کہ اس وقت مالی تنگی ہوگئی ہے ایک سال جو گزشتہ ایک سال ہے۔ان کی مراد یہ تھی کہ یہ صد سالہ تشکر کا سال، اس سال میں انہوں نے مجھے بتایا کہ اتنا خرچ ہوا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ آپ منظوریاں دے رہے ہوں اور خرچ کرنے کیلئے پیسہ نہ رہے اس لئے یہ تھوڑا سا حساب بھی کبھی دیکھ لیا کریں۔ان کو میں نے کہا

کہ مجھے اس حساب کے دیکھنے کی اس وجہ سے ضرورت نہیں ہے کہ مجھے خوف ہو کہ پیسہ نہیں رہے گا۔ مجھے یقین ہے اور میرا گزشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ نے مہیا نہ فرمادی ہو لیکن حساب دیکھنا، وہ میرے فرائض میں سے ہے، دیکھوں گا ضرور لیکن اس خوف کی وجہ سے میں نہیں دیکھوں گا۔ چنانچہ ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ انہوں نے کہا اب مجھے کوئی فکر نہیں رہی اور اس کے چند دن بعد ہی ایک احمدی تاجر کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی منافع عطا فرمایا تو اس نے تقریباً پچاس ہزار پاؤنڈ کا ہدیہ خدا کیلئے بھجوایا اور انہوں نے کہا کہ آج کل ضرورتیں بڑھ رہی ہیں، جہاں چاہیں اسے خرچ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی پھر ایسی جماعت سے ایسے ہی سلوک فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسی جماعت کی جماعتی ضروریات کو کبھی بھی افلاس کا منہ نہیں دکھاتا کہ غربت کی وجہ سے وہ ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں۔ پس وقتی طور پر اگر کبھی غفلت بھی ہو جائے یا آمد میں کمی بھی آجائے تو ڈرنے کی بات نہیں۔ معمولی سا ذکر، معمولی سی یاددہانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی نتائج پیدا کر دیتی ہے۔

ابھی چند دن ہوئے ان صاحب نے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ محمد شریف اشرف صاحب نے یہ ذکر کیا تو غالباً انہی دنوں کی رؤیا دیکھی ہو گی کینیڈا میں ایک صاحب نے جس کی اطلاع مجھے کل ملی یعنی کل ان کا خط ملا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھی ہے۔ میرے ذہن میں اور خیال میں بھی نہیں تھی کہ آپ کچھ عرصے سے اپنی توجہ دوسرے کاموں میں خرچ کر رہے ہیں اور کہہ یہ رہے ہیں کہ جماعت مالی یاددہانیوں وغیرہ کی باتیں خود کرے یعنی نظام جماعت اور چندوں کی تحریک کے سلسلے میں نظام جماعت از خود کام کرے، میں دوسرے کاموں میں مصروف ہوں اور اس کے نتیجے میں چندے میں کچھ کمی پیدا ہو جاتی ہے اور فکر پیدا ہو جاتی ہے کہ روپیہ کم ہو گیا۔ اب یہ کہاں سے آئے گا۔

ان کی خواب کا مضمون چونکہ بالکل ہمارے وکیل المال صاحب کی بات سے ملتا تھا۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ آج براہ راست یہ یاددہانی کرادوں۔ یہ بھی درست ہے کہ نظام جماعت کا کام ہے کہ وہ مسلسل بیدار مغزی کے ساتھ تمام جماعت کی حیثیت پر نظر رکھتے ہوئے صاحب حیثیت لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق، غرباء کو ان کی حیثیت کے مطابق مالی قربانی پر ابھارتا رہے۔ یہ

نظام جماعت کا کام ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں ہے کہ اگر خلیفہ وقت براہ راست یہ کام نہ کرے تو نظام جماعت کی اپنی کوشش اس طرح پھل نہیں لاتی جس طرح جب خلیفہ وقت کی آواز اس میں شامل ہو جائے اس لئے لازماً خلفاء کو ہمیشہ اس کام میں نظام جماعت کی مدد کرتے رہنا ہوگا اور جب بھی کچھ عرصے کیلئے دوسری مصرفیات کی وجہ سے خلیفہ وقت براہ راست تحریک نہ کر سکے تو ہمارا تجربہ ہے کہ مالی لحاظ سے قربانی کا معیار گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے کئی ملک ہیں جن میں مالی قربانی جتنی ہونی چاہئے تھی، اتنی نہیں تھی۔ جب ان کی طرف میں نے ذاتی توجہ دی۔ وہاں کی جماعت کو بھی متوجہ کیا۔ وہاں دوستوں کو خطوط لکھے، پیغامات بھجوائے تو اتنی جلدی جلدی تبدیلیاں ہوئی ہیں کہ کل اگر ایک روپیہ آمد تھی تو آج دو روپے ہوگئی۔ کل ایک لاکھ تھی تو آج دو لاکھ ہوگئی۔ یعنی بجائے اس کے کہ فیصد کے لحاظ سے بڑھے، دگنا، تگنا، چوگنا ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ایسے ممالک کا ایک دفعہ جائزہ لیا تو میں حیران رہ گیا کہ چند سال پہلے اگر وہ ایک روپیہ قربانی کر رہے تھے تو آج چار یا پانچ روپے کر رہے ہیں یعنی وہ فیصد میں ماپنے کی بجائے ان کی قربانی کو اس کو کیا کہتے ہیں Factors انگریزی میں کہا جاتا ہے Factors میں ناپا جاتا ہے یعنی کتنے گنا زیادہ بڑھ گیا۔ تو جماعت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قدر اخلاص رکھتی ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کیلئے ہمیشہ مستعد رہتی ہے کہ اگر اس کو صحیح معنوں میں بروقت اپیل ہو تو کبھی بھی وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کی راہ میں کنجوسی نہیں دکھاتی اور کمزوری نہیں دکھاتی۔

اس وقت بعض تحریکیں میرے پیش نظر ہیں جن کے متعلق میں آپ کو یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو جس تحریک کا نام رکھا گیا تھا ’’افریقہ اور بھارت فنڈ‘‘ یا اسی قسم کا کوئی نام تھا۔ اس کے متعلق میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان سے بعض دوستوں نے مجھے توجہ دلائی کہ پاکستان کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ وہ مطلب سمجھے نہیں۔ افریقہ اور بھارت فنڈ اس لئے رکھا گیا تھا کہ یہ دو ایسے ممالک ہیں جہاں جماعتی ضرورتیں غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہیں اور وقتی طور پر جماعت کو یہ توفیق نہیں ہے کہ وہ اپنی ضرورتیں خود پوری کر سکے۔ ہرگز یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ پاکستان کو نظر انداز کیا گیا ہے یا کسی اور ملک کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ ان کیلئے ایک قسم کا Compliment تھا۔ ایک قسم کا یہ ان کیلئے تحسین کا اظہار تھا۔ باقی ممالک تو اللہ کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں لیکن ان

علاقوں میں کچھ کمزوری ہے لیکن اس کا برعکس درست نہیں ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ باقی لوگ اچھے ہیں اور یہ بُرے ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ افریقہ میں غربت اتنی زیادہ ہے اور اس قدر شدید اقتصادی بحران ہے کہ بعض ممالک میں تو حکومتیں اتنا غریب ہو چکی ہیں کہ اپنے ماتحتوں کو اپنے نوکروں کو تنخواہیں دینے کیلئے پیسے نہیں ہیں۔ مثلاً مالی سے مجھے وہاں کے امیر صاحب کا یہ خط ملا کہ یہاں بعض لوگوں نے غربت سے تنگ آ کے، جو حکومت کے ملازمین تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ہڑتال کرتے ہیں کیونکہ چھ مہینے سے ان کو تنخواہ نہیں ملی۔ وہ غریب لوگ پتہ نہیں کس طرح زندہ اور کس طرح گزارا کر رہے ہیں۔ تو جب اس کی اطلاع مالی کے پریذیڈنٹ صاحب کو پہنچی تو انہوں نے اعلان کیا کہ مجھے بھی ہڑتال میں شامل کر لو میں نے بھی چھ مہینے سے تنخواہ نہیں لی۔ جس بیچارے غریب ملک کا یہ حال ہو، وہاں توقع رکھنا کہ وہ اپنی ضروریات خود پوری کر لیں گے، یہ درست نہیں ہے عالمگیر جماعت ہیں ہم اور وحدانیت کا اور ملی توحید کا یہ مطلب بھی ہے کہ بحیثیت ایک عالمی جماعت کے ہم اپنی ضروریات خود پوری کرتے رہیں گے اور ہماری ضروریات پوری کرنے کیلئے خدا کفیل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت ہر ملک میں فی ذاتہ خود کفیل ہو سکتی ہے۔ ہوگی انشاء اللہ۔ لیکن بعض صورتوں میں بعض وقتوں میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس افریقہ کے لئے جو تحریک تھی وہ اس وجہ سے تھی کہ غیر معمولی مالی بحران کا شکار حکومتیں ہیں اور وہاں کے عوام الناس بہت ہی مفلوک الحال ہو چکے ہیں۔ امیر بھی ہیں لیکن غریب بہت زیادہ اور بہت ہی دردناک حالات کا سامنا کرنے والے اس لئے لازماً بیرونی جماعتوں کو ان کی ضرورتیں پورا کرنی ہوں گی۔

ہندوستان میں یہ حالت تو نہیں لیکن ہندوستان میں احمدیت کی طرف غیر معمولی توجہ پیدا ہوگئی ہے اور وہ توجہ اتنی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے کہ ہندوستان کی جماعتیں ان ضرورتوں کو پورا کرنے کی فی الحال اہلیت نہیں رکھتیں لیکن ایک پہلو سے ہندوستان کی جماعتوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ میرا تاثر یہ ہے کہ وہ جتنی اہلیت رکھتی ہیں اتنا پیش نہیں کر رہیں بعض علاقوں کے متعلق جب میں نے خصوصیت سے توجہ دی تو ان کا چندہ غیر معمولی طور پر بڑھا پھر میں نے مختلف پہلوؤں سے ہندوستان کی مختلف جماعتوں کا جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ابھی بہت سی جماعتوں میں گنجائش موجود ہے۔ بعض صوبوں میں جہاں نسبتاً زیادہ غربت ہے اور ملازم پیشہ غریب

طبقہ یا درمیانے درجے کا موجود ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی کا معیار بہت بلند ہے مثلاً اڑیسہ ہے۔ اڑیسہ ایک ایسا صوبہ ہے جہاں جماعت کی اکثریت سفید پوش ہے یا غریب ہے اور آمد کے لحاظ سے سب سے زیادہ استقلال کے ساتھ قربانی کرنے والا وہ صوبہ ہے۔ اس کے علاوہ بعض جماعتوں کے نام لینے کی ضرورت نہیں۔ وہاں بڑے بڑے سیٹھ ہیں۔ بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ ہیں اگر وہ دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کریں تو ہندوستان کو کم سے کم ایک حد تک خود کفیل ہو جانا چاہئے لیکن ہندوستان میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ بیرونی مدد زیادہ ہو اور ہم اس لئے مجبور ہیں کہ وہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رو چل پڑی ہے اور احمدیت کی طلب پیدا ہو گئی ہے اس لئے ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش تو میں کرتا رہتا ہوں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ضرورت بہر حال پوری ہونی ہے۔ اس غرض سے میں نے ہندوستان کو بھی ان ملکوں میں شامل کر لیا تھا جن کیلئے اس صدی کی پہلی خصوصی تحریک ہونی چاہئے۔ ویسے بھی میں نے اس سے پہلے ایک یہ وجہ بیان کی تھی کہ ہندوستان وہ خوش نصیب ملک ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آج بھی ہمارا دائمی ''آخرین'' کا مرکز وہیں موجود ہے اور سب دنیا کا اس لحاظ سے ہندوستان محسن ہے۔ اگر اظہار تشکر کے طور پر باقی دنیا ہندوستان کی مدد کرے تو ہرگز کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

ایک اور ملک جس کا ذکر ضروری ہے وہ امریکہ ہے امریکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت حیثیت ہے۔ یعنی مالی لحاظ سے خدا تعالیٰ نے سارے ملک کو ہی غیر معمولی توفیق عطاء فرمائی ہے۔ اس نسبت سے جماعت امیر تو نہیں کہلا سکتی لیکن مقابلتہً باقی ملکوں کے مقابل پر احمدی کی حیثیت مالی لحاظ سے بھی دوسرے ممالک کے احمدیوں سے بہتر نظر آتی ہے۔ اب یہ سو فیصد مقابلہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہر شخص کی بہتر ہو یا غیر ملکوں میں کوئی امریکہ سے زیادہ امیر آدمی نہ ہو۔ یہ مراد نہیں ہے عمومی طور پر جو کیفیت دکھائی دیتی ہے، جو بالعموم صادق آتی ہے وہ یہی ہے کہ امریکہ کی جماعت صاحب توفیق اور صاحب حیثیت جماعتوں میں سے ہے لیکن وہاں بھی ہندوستان کی طرح ابھی توفیق کے مطابق چندے نہیں بڑھے۔ چنانچہ جب میں نے وہاں مسجد واشنگٹن کی تحریک کی اور جیسا کہ ہونا چاہئے تھا میں نے جماعت کو نصیحت کی کہ آپ کے ملک کے شایان شان جگہ ہونی چاہئے سب دنیا کی نظریں ہیں اور جماعت کی ضروریات کے مطابق اور جماعت کی حیثیت کے مطابق اگر چہ ہم بہر حال ایک

غریبانہ عمارت ہی بنا سکیں گے لیکن امریکہ کی غریبانہ عمارت افریقہ کی غریبانہ عمارت سے مختلف ہونی چاہئے کیونکہ ہر جگہ ایک لفظ کے معنی ایک نہیں ہوا کرتے۔ غیروں کے مقابل پر غریبانہ ہی ہوگی لیکن امریکہ کی حیثیت سے ہر حال اس غریبانہ مسجد میں اور غریبانہ مشن میں افریقہ کے غریب علاقوں کے مشنوں اور مساجد سے فرق ہونا چاہئے۔

اس پہلو سے ایک سکیم بنائی گئی۔ پہلے تو انہوں نے بہت زیادہ خرچ کی بنائی تھی۔ پھر اسے کانٹ چھانٹ کر چھوٹا کیا گیا اور اب جو آخری صورت میں مسجد کا نقشہ منظور ہوا ہے اس میں کوئی اسراف نہیں ہے یعنی ہرگز غیر معمولی خرچ نہیں ہے۔ سادگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کم خرچ کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن چونکہ وہاں مہنگائی بھی بہت ہے س لئے سر دست ان کا اندازہ اڑھائی ملین کا ہے یعنی ۲۵ لاکھ ڈالر کا۔ اس سلسلے میں گزشتہ ایک سال سے مجھے امریکہ کی جماعت کی طرف سے فکر انگیز خط مل رہے ہیں اور امیر جماعت امریکہ اس بارے میں فکر مند ہیں کہ یہ روپیہ کیسے پورا ہوگا جو عام تحریکات انہوں نے کی ہیں اس کے نتیجے میں جو وعدے موصول ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس مد میں بہت ضرورت ہے۔ اسلئے وہ نئی نئی ترکیبیں بھی سوچ رہے ہیں اور مجلس عاملہ بار بار بیٹھتی ہے (بار بار نہیں تو کم سے کم ایک دو دفعہ ضرور اس مقصد کیلئے بیٹھی ہے) کہ کیا کیا ترکیبیں استعمال کی جائیں۔ جہاں تک بینکوں سے سود پر روپے لینے کا تعلق ہے وہ میں نے منع کر دیا ہے اور یہ فیصلہ میں نے آغاز ہی سے کیا تھا کہ ہرگز بینکوں سے سود لے کر ہم اپنی مساجد نہیں بنائیں گے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی برکت پڑی کہ پہلا فیصلہ مجھے یاد ہے کہ کینیڈا میں ہوا تھا، اس کے بعد سے مسلسل کینیڈا میں عظیم الشان مراکز قائم کئے گئے۔ بڑی بڑی زمینیں خریدی گئیں مگر ایک دمڑی بھی کسی بینک سے سود پر نہیں لینی پڑی امریکہ کو بھی میں نے یہی کہا کہ اس بات کو تو بھول ہی جائیں۔ یہ کوئی رستہ نہیں ہے۔ پھر اور کئی رستے تجویز ہوئے جماعت میں قرض کی تحریک کا بھی سوال اٹھا اور ایک مجھے یہ بھی مشورہ دیا گیا کہ یہ تحریک کی جائے کہ جو لوگ بھی کسی خاص حد تک قربانی کریں گے ان کے نام دعاؤں کے لئے مسجد پر کندہ کئے جائیں گے۔ وہ بھی میں نے ان کو سمجھا کر یہ تجویز رد کر دی ہے کیونکہ یہ وہ مصنوعی ذرائع ہیں جو ایک خطرناک بارڈر پر کھڑے ہیں (بارڈر کا ترجمہ ذہن میں نہیں آ رہا۔ اس لئے بعض دفعہ لفظ اٹک جاتا ہے) ایسی حد پر کھڑے ہیں جو معمولی سی لغزش میں انسان کو خودنمائی اور

ریا کاری کے ملک میں دھکیل سکتی ہے۔اس لئے یہ آخری شکل ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے نتیجے میں فوراً جماعت میں ریا کاری پیدا ہو جائیگی مگر اگر اس طریق کو استعمال کرنا شروع کیا جائے تو ہرگز بعید نہیں کہ کچھ کمزور اور ریا کار لوگ بھی شامل ہو جائیں اور وہ لوگ جو بے ریا خدمت کرنے والے ہیں ان میں بھی رفتہ رفتہ ریاء کاری کا کیڑا داخل ہونا شروع ہو جائے اس لئے میں اس تجویز کو پسند نہیں کرتا۔اگر چہ بعض صورتوں میں مثلاً ہسپتال وغیرہ میں، ہمارے وقف جدید کے دفتر میں بھی بعض نام کندہ ہیں لیکن ایسا اگر ہو گیا ہے تو اسکو دستور نہیں بنانا چاہتے۔ان کے نام کی تختی لگ جائے تو اجازت مل گئی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، استشنائی طور پر ایسا کبھی ہو جائے تو ہو جائے اسے دستور بنانا نہایت خطرناک ہوگا کیونکہ اس کے بغیر جو جماعت قربانی کیلئے تیار ہو اس کو ایسے مصنوعی ذرائع سے قربانی کی طرف مائل کرنا ان کو مصنوعی بنا دے گا اس لئے اس تجویز کو تو میں نے رد کر دیا ہے۔ایک دوست نے ابھی کچھ عرصہ پہلے مجھے لکھا کہ میں اتنی رقم پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ میرے بزرگ مرحوم والدین کا نام یا جس رشتے دار کیلئے بھی انہوں نے کہا تھا، ان کا نام اس پر ضرور کندہ ہو۔میں نے کہا نامنظور۔مجھے آپ کا ایک آنہ بھی نہیں چاہئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔اس شرط پر میں نہیں کروں گا۔انہوں نے معذرت کا خط لکھا۔شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا میں روپیہ دیتا ہوں۔اس کو چاہے پھینک دیں کوئی شرط نہیں۔اس پر میں نے ہدایت کی کہ ان کے بزرگوں کا نام کندہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اب مشروط نہیں رہا۔تو بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ چندہ غیر مشروط ہوتا ہے لیکن اعلانیہ کا بھی چونکہ حکم ہے اس لئے جماعت کی طرف سے اعلان بھی کیا جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں تحریک پیدا ہو۔یہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر مشروط نہیں ہونا چاہئے یعنی چندہ اس لحاظ سے مشروط نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں کسی قسم کی ریا کاری کا کوئی پہلو ہو۔بہر حال یہ تجویز میں نے رد کر دی۔پھر میں نے ان سے کہا کہ میں ساری دنیا میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ آپ کی مدد کریں۔اگر امریکہ کی جماعت کو توفیق نہیں ہے تو وہ آپ کے لئے قربانی کریں۔چنانچہ وہ تحریک بھی میں نے کر دی اور وہ تحریک کرتے وقت میرے پیش نظر یہ بات تھی کہ آج امریکہ دنیاوی لحاظ سے اتنا دولت مند ملک ہے اور اس طرح وہ خیرات کے بہانے لیکن اپنے ذاتی مقاصد کیلئے ساری دنیا کو Aid دے رہا ہے۔

یہ ایک اچھا لطیفہ ہوگا کہ جماعت احمدیہ امریکہ کو Aid دے رہی ہو اور جماعت احمدیہ کے غریب ممالک بھی کچھ روپیہ امریکہ بھجوار ہے ہوں۔تو ہم وہ صاحب خیرات لوگ ہیں۔ جہاں غریب ممالک کی طرف سے میں نے وہ تحریک کر دی تھی مگر چونکہ اس کو یاد نہیں کرایا گیا اور ایک دفعہ کہنے کے بعد کوئی ایسا نظام نہیں تھا جو جماعت کو بار بار یاد دہانی کرائے اس لئے اس سلسلے میں کمزوری پیدا ہوئی ہے اور غیر ممالک سے بہت تھوڑی مالی قربانی کی اطلاع ملی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہی خیال ہو کہ امریکہ کو کیا ضرورت ہے۔لیکن جب میں نے وضاحت کر دی ہے کہ کیوں ضرورت ہے تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ سب دنیا کی جماعت کو امریکہ کی کم سے کم اس معاملے میں ضرور مدد کرنی چاہئے۔

دوسرے مجھے ابھی بھی یقین ہے کہ امریکہ کی جماعت میں توفیق ہے وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے علم کے مطابق کم سے کم ایک سو احمدی ایسا ہے جو اتنا صاحب حیثیت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مل کر اس ساری ذمہ داری کو ادا کر سکتا ہے۔کوئی اس میں شک کی بات نہیں لیکن چونکہ ایک مادہ پرست ملک ہے۔ وہاں دولت بھی ہے اور دولت کی محبت بھی ہے اور معیار بدل گئے ہیں۔ وہاں جماعت کے اندر قربانی کا معیار بڑھانے کیلئے بار بار نصیحت کی ضرورت ہے۔امیر صاحب جماعت ہوں یا اس معاملے میں جو سیکرٹری چندے کی تحریک کیلئے مقرر ہوئے ہیں، وہ ہوں، ان کو اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جماعت کی تربیت کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اقتباسات ان کے سامنے بار بار لائیں جو قرآن اور حدیث سے مزّین ہیں اور ان کی ایسی پاکیزہ تفسیر ان میں موجود ہے کہ ان حوالوں سے جب ہم اس تفسیر کو پڑھتے ہیں تو دل بے اختیار خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کیلئے اچھلنے لگتا ہے۔اس ذریعے کو اختیار کریں۔ دوسرے نصیحت کے ذریعے کو اختیار کریں۔ان کو بار بار انگیخت کریں کہ دیکھو تم صاحب حیثیت جماعت ہو تمہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے اور یہ مصنوعی ذریعے چھوڑ و کہ قرضے دو یہ کرو، وہ کرو، کسی اور سے مانگو۔ کمپنیوں سے ٹھیکے کرو کہ دس سال میں ہم تمہیں ادا کریں گے،تم ہمیں ایک دفعہ بنادو۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو امریکہ کی جماعت کی حیثیت کے شایان شان نہیں۔ اگر انہوں نے اپنی حیثیت کم بنالی ہے تو ان کی غلطی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں حیثیت ہے توفیق ہے اور اگر وہ قربانی کریں گے تو ان کی توفیق بڑھے گی کم نہیں ہوگی۔ پتہ نہیں اس

بارہ میں کیوں خدا تعالیٰ پر لوگ بے اعتمادی کرتے ہیں۔

جماعت کا سوسالہ تجربہ ہے اور چودہ سوسال پہلے کی پہلی صدی کا بھی یہی تجربہ تھا کہ جن لوگوں نے خدا کی راہ میں خرچ کیا ہے خدا تعالیٰ نے ان کو بے حساب عطا فرمایا ہے پس اگر وہ ہمت دکھائیں اور عزم کرلیں تو ہرگز مشکل نہیں ہے کہ جو بیرونی مدد ان کو ملے، اس سے ایک اور مسجد بنالیں لیکن یہ مسجد وہ خود اپنی ہی توفیق سے بنا سکیں۔

آخر پر ایک دعا میں ان کو دے سکتا ہوں اور اس دعا میں آپ لوگ بھی شامل ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جرمنی کے مزدور نوجوانوں کے دل مستعار کردے۔ ایسی عظیم الشان قربانی کرنے والی جماعت ہے کہ دل دیکھ کر عش عش کر اٹھتا ہے۔ وہاں میں نے سو مساجد کی تحریک کی تھی اور میں جانتا ہوں کہ جرمنی کے اکثر نوجوان غریب ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ''سرشیال'' کہلاتی ہے اس پر پل رہے ہیں لیکن اس حیرت انگیز جذبے کے ساتھ انہوں نے لبیک کہا ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ بعض دفعہ خط پڑھتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حمد کے آنسو کہ اس نے کیسی عظیم الشان جماعت عطا کی ہے۔ غریب لوگ ایسے بھی ہیں جو فاقہ کش ہیں۔ جو ایک کمرے میں دس دس کا خاندان لئے بیٹھے ہیں لیکن جب سے سو مساجد کی تحریک کی ہے ان کو لگن لگ گئی ہے کہ کس طرح ہم خدا کی راہ میں چندہ دیں تا کہ ہماری جماعت اس تحریک کو پورا کرنے میں سرخرو ہو سکے اور ہم خلیفہ وقت کا دل خوش کر سکیں کہ دیکھیں! آپ نے سو مساجد کا کہا تھا، ہم نے سو مساجد بنا دی ہیں اور بہت ہی منظّم منصوبے کے ساتھ بڑے عمدہ طریق پر وہاں یہ پروگرام بنایا جا رہا ہے کہ آئندہ دس سال کے اندر خدا تعالیٰ توفیق دے تو وہاں سو مساجد ہو جائیں اور یہ یورپ کا پہلا ملک ہوگا جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو سو مساجد بنانے کی توفیق ملے گی۔ پس امریکہ کو اس سے سبق لینا چاہئے اور جیسا کہ میں نے دعا دی ہے کہ اگر اس صاحب حیثیت جماعت کو جرمنی کے غریب نوجوانوں کا دل مل جائے تو بہت بڑی دولت ہے اور اس دولت کے ساتھ پھر وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی ساری مالی مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے خوب فرمایا کہ غنی وہ نہیں ہے جس کے پاس مال و دولت زیادہ ہو، غنی وہ ہے جس کا دل امیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو ظاہری غنا بھی عطا کرے اور باطنی غنٰی بھی عطا فرمائے۔